مصالح مرسلہ سے استدلال: مذاہب فقہیہ کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

Shariah Rulling from Masaleh Mursala:An Analytical Study in the Perspectives of Different Schools of Thought

Mhammad Ismail
Visiting Lecturer,
Department of Islamic Studies,
GC University,Faisalaad
Email: muhammadismail6606@gmail.com

Abstract:

This research paper studies "Masaleh Mursalah" (Unrestricted Public Interests), is an important juristic concept, which jurists consider one of the secondary sources of Islamic Shariah. The purpose of this dissertation is to examine the concept of "Masaleh Mursalah" in the light jurists' opinions. Accordingly, the discussion is divided into the following key points: Introduction to Sharia ‘Masaleh,،Types of Masaleh, Factors influencing the consideration of public interests and Arguments based on Masaleh Mursalah. Qualitative method of research has been employed in this research. After brief literature review and study on above mention topic, it has shown that all jurisprudential schools argue from “Masaleh Mursalah”, using different terms and names, indicates its universal acceptance. There is a pressing need to explore solutions to contemporary issues by utilizing "maslahah mursalah" in order to align Islamic jurisprudence with current realities.

Keywords: Introduction to Shariah. Masaleh Mursalah, The authority of Masaleh in Islamic Law, jurists' opinions on Masaleh.

تمہید

شریعت اسلامیہ آخری شریعت ہے اور قیامت تک باقی رہنے والی ہے۔ جب شریعت قیامت تک باقی رہنے والی ہے تو قیامت تک کے مختلف زمانے اور مختلف حالات میں لوگوں کی حاجات وضروریات مختلف ہوسکتی ہیں، ان مختلف ضروریات، حالات اور زمانوں میں لوگوں کی شرعی رہنمائی کے پیش نظر فقہاء نے مختلف اصطلاحات کا استعمال کیا ہے تاکہ قرآن وسنت کی محدود نصوص سے استفادہ کرکے لوگوں کی رہنمائی کی جاسکے، اور عدل، اصلاح اور لوگوں کی حاجت، ضرورت ومصلحت کو مد نظر رکھنے کے ساتھ قرآن وسنت کے اصولوں کی روشنی میں قیامت تک کے مختلف احوال میں لوگوں کی رہنمائی کی جاسکے۔ مصالح مرسلہ بھی انہی اصطلاحات میں سے ایک اہم فقہی اصطلاح ہے، جسے فقہاء نے شریعت کے مصادر تبعیہ میں شمار کیا ہے۔اس رسالہ کا مقصد اس اصطلاح "مصالح مرسلہ" سے متعلق بحث کا فقہاء کی آراء کی روشنی میں جائزہ لینا ہے۔ لہذا ہم اس بحث سے متعلق تفصیلات کو درج ذیل نکات میں تقسیم کرسکتے ہیں۔(۱) بحث کا تعارف (۲) شرعی مصالح کی اقسام (۳) اعتبار مصالح کے محرکات (۴) مصالح مرسلہ سے استدلال: مذاہب فقہیہ کے تناظر میں۔

شرعی مصادر

شریعت کے وہ مصادر جن سے فقہاء احکام مستنبط کرتے ہیں دو قسم کے ہیں۔

(۱) مصادر اصلیہ (۲) مصادر تبعیہ

مصادر اصلیہ

مصادر اصلیہ چار ہیں: (۱) قرآن (۲) سنت (۳) اجماع (۴) قیاس [1]

مصادر تبعیہ

ایسے مصادر جو مصادر اصلیہ کے تابع ہوتے ہیں اور انہی کی طرف راجع ہوتے ہیں، مصادر تبعیہ کہلاتے ہیں۔ جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں۔(۱) استحسان (۲) عرف (۳) مصالح مرسلہ (۴) استصحاب (۵) سد ذرائع (۶) قول صحابی (۷) شرائع من قبلنا۔[2]

---

(1) زحيلي،الأستاذ الدكتور محمد مصطفى الزحيلي،الوجيز في أصول الفقه الإسلامي،(دمشق: دار الخير للطباعة والنشر والتوزيع، طبع ثانی، ١٤٢٧ ھ، ٢٠٠٦ ء)،۱/۱۳۳۔ زرقاء، مصطفى احمد زرقاء، الاستصلاح والمصالح المرسلة (فی الشريعة الاسلامية واصول فقهها)،(دمشق،:دار القلم، طبع اولی، ۱۴۰۸ھ، ۱۹۸۸ء)، ۲۲،۱۱۔

(2) زحيلي،الأستاذ الدكتور محمد مصطفى الزحيلي،الوجيز في أصول الفقه الإسلامي،(دمشق: دار الخير للطباعة والنشر والتوزيع، طبع ثانی، ١٤٢٧ ھ، ٢٠٠٦ ء)،۱/۱۳۳۔ زرقاء، مصطفى احمد زرقاء، الاستصلاح والمصالح المرسلة (فی الشريعة الاسلامية واصول فقهها)،(دمشق،:دار القلم، طبع اولی، ۱۴۰۸ھ، ۱۹۸۸ء)، ۱/۱۳۳۔

مصادر تبعیہ میں سے "مصالح مرسلہ" چونکہ ہماری بحث سے متعلقہ ہے چنانچہ ذیل میں مصالح مرسلہ سے متعلق تفصیلات ذکر کی جارہی ہیں۔

مصالح مرسلہ کی تعریف اور شرعی اقسام

مصالح مرسلہ ایک فقہی اصطلاح ہے جو کہ "مصلحت" اور "مرسلہ" کے مجموعے پر مشتمل ہے۔

مصلحت کا لغوی معنی

لفظ "مصلحت" یہ واحد ہے اس کی جمع "مصالح" آتی ہے۔ اور لفظ "مصلحت" "منفعت" کی طرح ہے لفظا بھی اور معنا بھی۔ جیسے منفعت کا معنی "نفع" ہے۔ اسی طرح مصلحت کا معنی ہے نفع، بھلائی، فائدہ، یا ہر ایسی چیز جو فلاح اور کامیابی کا باعث ہو۔ اس کا مصدر "الصلاح" آتا ہے جو کہ "الفساد" کی ضد ہے۔ لہذا مصلحت سے مراد نفع یا بھلائی کو حاصل کرنا اور ضرر کو دور کرنا ہے۔[1]

مصلحت کا اصطلاحی معنی

مصلحت سے مراد مخلوق کے نفع کی رعایت رکھنا اور ایسی خرابی کو دور کرنا ہے جو شارع کا مقصود ہو۔[2]

علماء اصول نے مصلحت کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ مصلحت معتبرہ: وہ مصلحت جس کے معتبر ہونے پر باقاعدہ نص آئی ہو اور شریعت نے واضح طور پر اس کو معتبر قرار دیا ہو۔[3]

۲۔ مصلحت ملغاۃ: وہ مصلحت جس کے غیر معتبر ہونے پر یا اس کے رد پر شریعت کی نصوص آئی ہوں۔[4]

---

(1) ابن منظور، محمد بن مکرم بن على، **لسان العرب**، الحواشي: لليازجي وجماعة من اللغويين، (بيروت: دار صادر، طبع ثالث)، ۲/۵۱۷،۵۱۶۔ محمد طاہر حکیم، **رعاية المصلحة والحكمة في تشريع نبي الرحمة (صلى الله عليه وسلم)**، (سعوديه: الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، ١٤٢٢ھ، ٢٠٠٢ء)، ص۲۰۰۔

(2) شوكاني، محمد بن علي بن محمد بن عبد الله الشوكاني، **إرشاد الفحول إلي تحقيق الحق من علم الأصول**، المحقق: الشيخ أحمد عزو عناية، (دمشق :دار الكتاب العربي، طبع اولى، ١٤١٩ھ، ١٩٩٩ء)، ۲/۱۸۴۔

(3) محمد حسن عبد الغفار، **أثر الاختلاف في القواعد الأصولية في اختلاف الفقهاء**، دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية، (تاريخ النشر بالشاملة، ۱۴۳۲ھ، ۲۰۱۰ء)، ۱۵/۱۱۔

(4) محمد حسن عبد الغفار، أثر الاختلاف في القواعد الأصولية في اختلاف الفقهاء، دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية، (تاريخ النشر بالشاملة، ۱۴۳۲ھ، ۲۰۱۰ء)، ۱۵/۱۱۔

۳۔ مصلحت مرسلہ: وہ مصلحت جس کے معتبر ہونے یا غیر معتبر ہونے پر یا جس کے قبول یا رد پر شریعت کی جانب سے کوئی نص موجود نہ ہو۔[1]

مرسلہ کا معنی

یہ "ارسال" سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے "بھیجنا" یا "آزاد چھوڑنا"۔ جیسے شاعر کا یہ قول: كان لي طائر فأرسلته أي خليته وأطلقته۔[2]

مصلحت مرسلہ کی تعریف

شیخ مصطفی الزرقاء نے مصلحت مرسلہ کی تعریف اس طرح سے کی ہے:

مصلحت مرسلہ سے مراد ہر وہ مصلحت ہے جو مقاصد شریعت میں داخل ہو اور شریعت کی کوئی بھی نص بعینہ اس مصلحت کے معتبر ہونے یا اس کی نوع کے معتبر ہونے یا اس کے غیر معتبر ہونے پر وارد نہ ہوئی ہو۔[3]

یعنی مصالح مرسلہ سے مراد وہ مصالح ہیں جن کے بارے میں شریعت میں کوئی خاص حکم موجود نہ ہو، لیکن ان کو اپنانا یا ان پر عمل کرنا عمومی فلاح و بہبود اور معاشرتی بھلائی کے لئے انتہائی ضروری ہو۔ بالفاظ دیگر یہ وہ عمومی اصول ہوتے ہیں جو کسی خاص شرعی نص سے ثابت تو نہیں، لیکن ان کو قبول کرنے میں معاشرے کی بہتری اور اصلاح ہوتی ہے۔

مثال: شریعت کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں، کسی نئی ضرورت یا مسئلہ کا حل تلاش کرنا جیسے کہ ٹریفک قوانین یا حفظان صحت کے اصول، جو کہ براہ راست قرآن یا حدیث میں نہیں آئے لیکن ان کا مقصد عوام کی فلاح و بہبود ہے۔ الغرض مصالح مرسلہ کا مقصد اسلامی قانون میں ایسی صورتحال کو حل کرنا ہے جو کہ جدید دور کے مسائل اور ضروریات کے مطابق ہوں، جبکہ اسلامی اصولوں اور اقدار کی خلاف ورزی نہ ہو۔

اقسام مصالح شرعیۃ

اصولیین نے دلائل شرعیۃ کی روشنی میں مصالح شرعیۃ کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں۔[4]

(۱)ضروریات (۲)حاجیات (۳)تحسینیات

---

(1) محمد حسن عبد الغفار، أثر الاختلاف في القواعد الأصولية في اختلاف الفقهاء، دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية، (تاريخ النشر بالشاملة، ۱۴۳۲ھ، ۲۰۱۰ء)، ۱۵/۱۱۔

(2) لسان العرب، ۲۸۵/۱۱۔

(3) الاستصلاح والمصالح المرسلة (فی الشریعة الاسلامیة واصول فقهها)، ص۳۹۔

(4) مجموعة من المؤلفين، **مجلة جامعة أم القرى لعلوم الشريعة واللغة العربية**، (الشاملة، شمارہ ۴۴، ۱۴۲۹ھ، ۲۰۰۸ء)، ۱۵۰/۴-۱۵۱۔ **الاستصلاح والمصالح المرسلة (فی الشریعة الاسلامیة واصول فقهها)**، ص۴۱۔

۱-ضروریات

ضروریات سے مراد وہ امور، اعمال، تصرفات اور اشیاء ہیں جن پر ضروریات خمسہ (دین، نفس، عقل، نسل، مال) کے تحفظ کا دارومدار ہے، لہذا اگر ضروریات کی رعایت نہیں رکھی جائے گی تو ان پانچ ارکان میں خلل آئے گا۔[1]

اس حوالے سے شرعی نقطہ نظر یہ ہے کہ انسانی زندگی کے لیے ان ارکان کا تحفظ بے حد ضروری ہے، اسی وجہ سے شریعت نے عقیدہ یعنی دین کی حفاظت کے لیے بہت ساری عبادات مشروع کی ہیں۔ جان کی حفاظت کے لیے کھانے پینے کو لازم کر دیا اور قتل کو حرام قرار دیا۔ حقوق واموال کے تحفظ کے لیے معاملات کے حوالے سے راہنمائی کی اور ظلم وزیادتی کو ختم کرنے اور حقوق کے تحفظ کے لیے مختلف عقوبات اور ضمانات مشروع کیے۔ یہ سارے امور ضروریات کہلاتے ہیں۔ یہ معاشرے اور حیات کے لیے بنیادی اساس اور انتہائی ضروری ہیں۔[2]

۲-حاجیات

حاجیات سے مراد ایسے امور جن پر ارکان خمسہ کا تحفظ موقوف نہیں ہوتا، لیکن یہ امور اس لیے ضروری ہوتے ہیں تاکہ حرج دور ہو جائے اور لوگوں کے لیے سہولیات پیدا ہو جائیں۔ مثلاً مختلف قسم کی پاکیزہ اور عمدہ چیزوں سے لطف اندوز ہونے کی اجازت دینا، جن سے انسان مستغنی ہو سکتا ہے، لیکن سہولت کے لیے ان کی اجازت دے دی جائے۔ اسی طرح عقد اجارہ کو جائز قرار دینا، تاکہ لوگوں کی حاجت پوری ہو جائے، کیونکہ ہر شخص کے لیے گھر کا خرید نا مشکل ہوتا ہے، لہذا عقد اجارہ کے ذریعے ایسے افراد اپنی حاجت پوری کر سکتے ہیں۔[3]

۳-تحسینیات

تحسینیات سے مراد ایسے امور ہیں جن پر ارکان خمسہ کا تحفظ بھی موقوف نہ ہو اور ان کے چھوڑنے سے لوگوں کی زندگی میں کسی قسم کا حرج بھی نہ ہو، لیکن ان امور کی رعایت رکھنا اچھی عادات اور اخلاق حسنہ کی قبیل سے ہو۔ جیسے کھانے، پینے اور گفتگو کرنے کے آداب اور خرچ میں فضول خرچی سے بچنا اور اعتدال کا راستہ اختیار کرنا۔[4]

---

(1) مجموعة من المؤلفين، مجلة جامعة أم القرى لعلوم الشريعة واللغة العربية، (الشاملة، شمارہ ۴۴، ۱۴۲۹ھ، ۲۰۰۸ء)، ۱۵۱/۴۔الاستصلاح والمصالح المرسلة (فی الشریعة الاسلامیة واصول فقهها)، ص ۴۱۔

(2) أیضا، ص ۴۱۔

(3) مجلة جامعة أم القرى لعلوم الشريعة واللغة العربية ۴۱، ۴۲/۔

(4) أیضا، ص ۴۲۔ أیضا، ۱۵۱/۴۔

اعتبار مصالح کے محرکات

مجتہد یا حاکم جب مختلف احکامات میں مصالح مرسلہ کا اعتبار کرتا ہے اور اس کی بنیاد پر شرعی احکام میں تغیر و تبدل کرتا ہے یا کسی نئے حادثہ یا واقعہ میں مصالح کی بنیاد پر کوئی شرعی فیصلہ کرتا ہے تو وہ جن وجوہات کی بنا پر ایسا کرتا ہے، اس کے اہداف اور محرکات درجہ ذیل ہیں:

(۱) جلب مصالح (۲) درء المفاسد (۳) سد ذرائع (۴) تغیر زمان

۱-جلب مصالح

جلب مصالح کا مطلب ہے "مصلحت کا حصول" یعنی ایسے امور جن کی ضرورت معاشرے کو اس لیے ہوتی ہے تاکہ لوگوں کی زندگی ایک قوی اور مضبوط اساس پر قائم رہے، جیسے عوام کی خدمت کے لیے مناسب ٹیکس لگانا اور دیگر اہم مشروعات وغیرہ۔[1]

۲-درء المفاسد

درء المفاسد کا مطلب ہے "مفاسد کو دور کرنا" یعنی اس سے مراد وہ امور ہوتے ہیں جن کی وجہ سے لوگوں کو انفرادی یا اجتماعی طور پر ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے، خواہ وہ ضرر مادی ہو، معنوی ہو یا کسی اور قسم کا ضرر ہو۔ اور مفاسد یا ضرر کا معیار عقل مجرد نہیں ہوتی، بلکہ شریعت کے وہ قواعد اور مقاصد ہوتے ہیں، جو نصوص شرعیہ سے مستفاد ہوتے ہیں۔ جیسے نشہ آور اشیاء کا حرام ہونا، کیونکہ یہ انسانی عقل اور صحت کو نقصان پہنچاتی ہیں اور معاشرتی بگاڑ کا سبب بنتی ہیں۔[2]

۳-سد ذرائع

لفظ "سد" کے معنی ہیں روکنا، بند کرنا، اور ''ذرائع'' کا لفظ جمع ہے، اس کی مفرد "ذریعہ" ہے۔ اس کے معنی وسیلہ کے ہیں۔ یعنی "ذریعہ" ہر وہ وسیلہ ہوتا ہے جس کے ذریعے انسان کسی مقصود و منزل تک پہنچتا ہے۔[3]

سد ذرائع سے مراد اس راستے کو روکنا اور بند کرنا ہے جو راستہ شرعی اوامر و احکام کے ترک تک پہنچانے والا ہو یا وہ راستہ شرعی ممنوعات میں پڑنے کا سبب ہو۔[4]

---

[1] **مجلة الفقه والشريعة**، (السعودية، الكتاب منشور على موقع وزارة الأوقاف السعودية بدون بيانات،الشاملة، ١٤٣١ھ،٢٠٠٩ء)، ص ۴۲۔

[2] أیضا، ص ۴۵۔ **مجلة الفقه والشريعة**، ص ۴۲۔

[3] أیضا ص ۴۵۔

[4] أیضا، ص ۴۵۔ **مجلة الفقه والشريعة**، ص ۴۲۔

جیسے شریعت اسلامیہ میں بہت سارے اعمال و تصرفات ایسے ہیں جن سے شریعت نے منع کیا ہے، لیکن اس ممانعت میں وہ اعمال و تصرفات بذات خود مقصود نہیں ہوتے، بلکہ ان کو اس لیے منع کیا جاتا ہے، کیونکہ وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ بلا قصد کے انسان کو کسی ممنوع و ناجائز امر تک پہنچا دیتے ہیں یا کوئی شخص ان اعمال و تصرفات کو اختیار کر کے قصداً ممنوع کام تک پہنچ سکتا ہے۔

قرآن و سنت میں اس پر کئی شواہد موجود ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱-قرآن مجید میں مشرکین کے معبودان باطلہ اور بتوں کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ عمل اس بات کا سبب بنتا ہے کہ اس کے مقابلے میں کفار اپنی جہالت کی بنا پر اللہ تعالی کو سب و شتم کریں گے، ارشاد باری تعالی ہے:

"وَلَا تَسُبُّواْ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَيَسُبُّواْ ٱللَّهَ عَدۡوَۢا بِغَيۡرِ عِلۡمٖۗ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمۡ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرۡجِعُهُمۡ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ" [1]

("اور خبر دار تم انہیں برا بھلا نہ کہو یہ لوگ جنہیں اللہ کے سوا پکارتے ہیں، تو وہ زیادتی کرتے ہوئے بغیر جانے اللہ تعالی کو برا بھلا کہیں گے۔ اسی طرح ہم نے مزین کر دیا ہے ہر امت کے لیے ان کا عمل، پھر ان کے رب کی طرف ہی ان کا لوٹنا ہے تو وہ انہیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے"۔)

۲-"رسول اللہ ﷺ نے وارث کے لیے وصیت کرنے کو منع فرمایا ہے"۔[2]

وصیت کرنے میں اصلاً کوئی قباحت نہیں ہے، لیکن وارث کے لیے وصیت کرنے سے یہ خرابی پیدا ہو سکتی ہے کہ کوئی مورث اپنے کسی ایک وارث کو ترکہ میں سے زیادہ حصہ دینا چاہے اور دوسروں کو نہ دینا چاہے یا کم دینا چاہے تو وہ وصیت کا راستہ اختیار کر سکتا ہے، اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔

۴-تغیر زمان

تغیر زمان کا مطلب ہے زمانے کے وسائل، احوال اور طور طریقوں میں اس طرح کی تبدیلی آنا کہ وہ احوال اور طور طریقے سابقہ حالت پر برقرار نہ رہیں۔[3] یعنی کئی اجتہادی احکام ایسے ہیں کہ جو زمانہ کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں، لہذا

---

(1) سورۃ الانعام: ۱۰۸/۷۔

(2) سنن ابن ماجه، رقم حدیث: ۲۷۱۲۔

(3) الاستصلاح والمصالح المرسلة (فی الشريعة الاسلامية واصول فقهها)، ص45۔ مجلة الفقه والشريعة، ص۴۲۔

جب زمانہ اس سابقہ حالت پر باقی نہ رہے، جیسی حالت اس وقت تھی جس وقت اس پر ان احکام کی بنیاد رکھی جا رہی تھی تو وہ احکام بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔[1]

تغییر زمان کے دو بڑے اسباب یہ ہو سکتے ہیں:

ا-ترقی وایجادات:

جب وسائل اور ٹیکنالوجی میں ترقی ہوتی ہے، تو ان کے استعمال کے طریقے بھی بدل جاتے ہیں۔ جیسے کہ تجارت، زراعت، یا سفر کے طریقے بدل جائیں تو ان سے متعلقہ شرعی احکام میں بھی تبدیلی کی ضرورت پیش آسکتی ہے تاکہ وہ نئے حالات سے ہم آہنگ ہوں۔

۲-فساد

فساد سے مراد وہ اخلاقی خرابی اور بگاڑ ہے جو معاشرتی اقدار، رویوں، اور طور طریقوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔ جب لوگوں کے اخلاق وعادات میں تبدیلی آتی ہے، اور یہ تبدیلی منفی رخ اختیار کرتی ہے، یعنی بگاڑ، فساد اور بدعنوانی کی صورت میں سامنے آتی ہے، تو اس کے اثرات شریعت کے احکام پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔[2]

الغرض اعتبار مصالح کے اہداف اور محرکات کا بنیادی مقصد اسلامی معاشرتی نظام کو جدید تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنا ہے، تاکہ اسلامی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے لوگوں کی زندگیوں میں آسانی اور بہتری لائی جاسکے۔

"حجیت مصالح مرسلہ" مذاہب فقہیہ کے تناظر میں

فقہاء کے درمیان "مصالح مرسلہ" کی حجیت (قانونی حیثیت) کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ یہ اختلافات عموماً اس بات پر مبنی ہیں کہ مصالح مرسلہ کو کس حد تک اسلامی شریعت میں قبول کیا جا سکتا ہے اور کن شرائط کے تحت ان کو اپنایا جا سکتا ہے۔ ذیل میں مذاہب اربعہ کی آراء کی روشنی میں بحث کرنے کے بعد مختلف مکاتب فکر کا موقف پیش کیا جا رہا ہے۔

---

(1) الاستصلاح والمصالح المرسلة (فی الشریعة الاسلامیة واصول فقهها)، ص45۔ مجلة الفقه والشریعة، ص۴۸۔

(2) الاستصلاح والمصالح المرسلة (فی الشریعة الاسلامیة واصول فقهها)، ص۴۵۔ مجلة الفقه والشریعة، ص۴۸۔

فقہاء حنفیہ کی رائے

فقہاء احناف ؒ نے استحسان اور مصلحت پر اعتماد کر کے اس کو حجت تسلیم کیا ہے۔۔ جیسے کہ حنفیہ نے سب سے پہلے "استحسان" کا لفظ استعمال کر کے قیاس کی مشکلات سے بچنے کے لیے اس طریقہ کو اختیار کیا اور شریعت کے اسلوب مساوات اور عام مقاصد شریعت سے اس کو مضبوط بنیادیں فراہم کیں۔[1]

احناف نے استحسان کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: (1) استحسان قیاسی (2) استحسان ضرورۃ۔ استحسان قیاسی در حقیقت قیاس ہی کی ایک قسم ہے، لیکن استحسان ضرورہ کا مفہوم مصلحت کے مفہوم کی طرح ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احناف نے استحسان کے ضمن میں مصلحت کا اعتبار کیا ہے۔ لیکن قرآن، سنت، اجماع اور قیاس کی طرح مصلحت یا استحسان کو مستقل ماخذ و مصدر تسلیم نہیں کیا، بلکہ احناف کے ہاں استحسان یا مصلحت ایک استثنائی طریقہ ہے جو قیاس ہی کے تابع ہے۔ ان کے ہاں اصل ماخذ قیاس ہے، لیکن بسا اوقات قیاس پر عمل کرنے کی وجہ سے ایک نا قابل برداشت تکلیف لاحق ہو سکتی ہے، اس لیے اس صورت میں سہولت کے لیے اور حرج کو دور کرنے کے لیے ایک استثنائی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے جس کو استحسان یا استصلاح کہہ دیا جاتا ہے۔[2]

فقہاء احناف کے حوالے سے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ انہوں نے فقہاء مالکیہ کی طرح فقہ یا اصول فقہ کی کتب میں مصلحت مرسلہ کو باقاعدہ موضوع بنا کر اس کی شرائط وغیرہ پر کوئی تفصیلی بحث نہیں کی ہے، البتہ استحسان کا تذکرہ کیا ہے اور اس پر کئی مسائل کو بطور تفریح کے بھی ذکر کیا ہے، جیسے اجیر مشترک کو ضامن قرار دینا، اگر عورت جدائی کے لیے مرتدہ ہو جائے تو بینونت کا حکم نہ لگانا اور جب شوہر اپنی بیوی کو میراث سے محروم کرنے کے لیے اسے طلاق دے دے اور عدت میں ہی شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت کو میراث ملنا اور ان جیسے دیگر مسائل، جن میں عموما مصالح، دفع حرج اور سیاست شرعیہ کی بنیادوں کا ذکر کیا جاتا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے استحسان کے ضمن میں مصالح کی رعایت بھی کی ہے۔[3]

فقہاء مالکیہ کی رائے

مالکی فقہاء نے مصلحت مرسلہ کو باقاعدہ موضوع اور ماخذ بنا کر اس پر بحث کی ہے۔ جہاں تک استحسان کی بات ہے تو انہوں نے استحسان کو مصلحت مرسلہ کی ایک ضمنی قسم کے طور پر ذکر کیا ہے، لہذا ان کے ہاں مصلحت یہ ہے کہ شریعت کے عام مقاصد کی بنیاد پر کوئی حکم لاگو کیا جائے، خواہ اس میں قواعد قیاسیہ کی خلاف ورزی پائی جائے (جیسا کہ استحسان میں ہوتا

---

[1] الاستصلاح والمصالح المرسلة (فی الشریعة الاسلامیة واصول فقهها)، ص45۔ مجلة الفقه والشریعة، ص٦٠

[2] أیضا، ص٦٠-٦١۔

[3] أیضا، ص٦١۔

ہے) یا قواعد قیاسیہ کی خلاف ورزی نہ پائی جائے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ یا حادثہ میں نصوص اور دیگر دلائل کی عدم موجودگی میں فقہاء مالکیہ کے ہاں مصالح باقاعدہ مستقل ماخذ اور دلیل ہے۔[1]

جن علماء نے فقہاء مالکیہ کی رائے کو ذکر کیا ہے، ان میں سے علامہ شاطبیؒ کے نزدیک فقہاء مالکیہ کے ہاں استحسان یا استصلاح میں تین شرائط ضروری ہیں، تاکہ مصلحت کی خرابیوں سے بچا جا سکے اور مصلحت انسان کی عقل، ہوس و خواہشات کے تابع نہ ہو جائے۔وہ تین شرائط یہ ہیں:

۱-ایک شرط یہ ہے کہ مصلحت اور مقاصد شریعت کے درمیان موافقت ہو۔یعنی جس مصلحت کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کیا جا رہا ہے، اس مصلحت اور شریعت کے عام مقاصد میں کوئی تضاد نہ ہو یعنی شریعت کے اصول و دلائل کی مخالفت لازم نہ آئے۔

۲-مصالح کا اعتبار صرف امور معللہ میں ہو سکتا ہے۔جن امور کی تعلیل ممکن ہے، ان کی علت، مقصد اور غرض بتائی جا سکتی ہے، صرف انہی میں مصلحت کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔ان کے مقابلے میں جو اُمور تعبدیہ ہیں، مثلاً عبادات وغیرہ، ان میں مصلحت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔شریعت نے جو عبادات بتادی ہیں وہی عبادات رہیں گی، مصالح کی بنیاد پر کوئی نئی عبادات ایجاد نہیں کر سکتے، البتہ ان کے علاوہ دیگر معاملات، جن کا تعلق انسانی زندگی کے نظم کے ساتھ ہے، مثلاً خرید و فروخت کے معاملات وغیرہ، ان میں مصالح کی بنیاد پر نئے احکام جاری ہو سکتے ہیں۔[2]

۳-مصلحت مرسلہ کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ذریعے شریعت کے امور ضروریہ کی حفاظت ہوتی ہو یا اس کے ذریعے حرج کو دور کیا جائے۔[3]

حنفیہ اور مالکیہ کی رائے میں فرق

فقہاء حنفیہ اور مالکیہ دونوں نے مصلحت کا اعتبار کیا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ حنفیہ نے مصلحت کو استحسان کا تابع بنا کر اس کے ضمن میں مصلحت کا ذکر کیا ہے اور مالکیہ نے مصلحت کو اصل اور ماخذ قرار دے کر استحسان کو اس کے ضمن میں تبعاً ذکر کیا ہے۔اس لیے یوں کہا جا سکتا ہے کہ حنفیہ اس موضوع میں استحسان کے دروازے سے داخل ہوئے اور استصلاح یا

---

[1] **الاستصلاح والمصالح المرسلة (فی الشریعة الاسلامیة واصول فقهها)**، ص۴۵- **مجلة الفقه والشریعة**، ص۶۲

[2] شاطبي، أبو إسحاق إبراهيم بن موسى بن محمد اللخمي ،**المو افقات**، المحقق، أبو عبيدة مشهور بن حسن آل سلمان، (قاهرة: دار ابن عفان، طبع اولی،١٤١٧ھ،١٩٩٧ء)،۲/۳۰۷۔

[3] شاطبي، إبراهيم بن موسى بن محمد اللخمي الغرناطي، **الاعتصام**،(السعودية: دار ابن عفان، طبع اول، ۱۴۱۲ھ، ۱۹۹۲ء)، ۲/۲۳۶۔

مصلحت کے دروازے سے نکلے، جبکہ فقہاء مالکیہ نے اس کے برعکس کیا، وہ اس موضوع میں مصلحت واستصلاح کے دروازے سے داخل ہو کر "استحسان" کے دروازے سے باہر نکل گئے۔

اگراس مکمل موضوع کو دیکھا جائے اور پھر فقہاء حنفیہ کی بیان کردہ استحسان کی مثالوں پر نظر ڈالی جائے تو وہ ساری مثالیں استصلاح اور مصلحت پر منطبق ہوتی ہیں، لہذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ نے بھی فقہاء مالکیہ کی طرح مصلحت اور استصلاح کا اعتبار کیا ہے اور حنفیہ کی رائے مالکیہ کی رائے کے زیادہ قریب ہے اور یہ بات ممکن ہی نہیں ہے کہ جو استحسان کا قائل ہو، وہ استصلاح یا مصالح کی حجیت کا انکار کرے، کیونکہ دونوں کا بنیادی اصول تقریبا ایک ہے کہ قواعد قیاسیہ کو شریعت کی معتبر مصالح اور عام مقاصد کے پیش نظر چھوڑ دیا جائے۔[1]

شوافع کا موقف

امام شافعیؒ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ انہوں نے استحسان اور استصلاح پر سخت نقد کیا ہے۔اس سے متعلق انہوں نے اپنی کتاب "الام" میں ایک فصل قائم کی ہے، جس کا نام "كتاب إبطال الاستحسان"[2] ہے، جس میں اس موضوع پر رد موجود ہے۔ان کی رائے یہ ہے کہ ایسا ممکن ہی نہیں ہے کہ انسان کو کسی عمل یا حکم کی ضرورت ہو اور شریعت نے اس بارے میں خاموشی اختیار کی ہو، بلکہ انسان کی تمام ضروریات واعمال کا شریعت نے کافی اور مکمل حل پیش کیا اور راہنمائی کی ہے، خواہ قرآن وسنت کی واضح نصوص کے ذریعے سے ہو یا قیاس واجتہاد کے ذریعے، لہذا انہی مآخذ پر انحصار لازم ہے۔اس لیے قرآن وسنت اور قیاس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ ایسا نہیں ہے جس کو ماخذ سمجھ کر اس سے احکام اخذ کیے جاسکیں،اور استحسان کا کوئی منضبط معیار بھی نہیں ہے،اس لیے اس کو ماخذ نہیں قرار دیا جاسکتا۔[3]

صاحب المستصفی نے استحسان کے بارے میں امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"من استحسن فقد شرع".[4]

(جس نے استحسان پر عمل کیا،اس نے نئی شریعت ایجاد کرلی۔)

---

[1] الدوالیبی،دکتور محمد معروف، **المدخل إلى علم أصول الفقه**، (السعودية: دار الشواف للنشر والتوزيع، ۱۹۹۵ء)،ص۵۰،۴۹۔

[2] شافعي، أبو عبد الله محمد بن إدريس الشافعي،**الأم**،(بيروت: دار الفكر، طبع ثانی ۱۴۰۳ھ،۱۹۸۳ء)، ۷/۳۰۹۔

[3] **الاستصلاح والمصالح المرسلة (فى الشريعة الاسلامية واصول فقهها)**،ص۶۵-۶۶۔

[4] غزالي، أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي،**المستصفى**، مصر: دار الكتب العلمية،طبع اولی، ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۳ء،ص۱۷۱۔

ان تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی نے استحسان کو قبول ہی نہیں کیا اور اس حوالے سے ان کا موقف انتہائی سخت ہے، لیکن اس سے متعلق امام شافعی نے جو دلیل ذکر کی ہے، اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی نے جس استحسان پر نقد اور رد کیا ہے، وہ استحسان ذاتی یا لغوی ہے، نہ کہ شرعی و اصطلاحی۔ حنفیہ اور مالکیہ نے جس استحسان اور استصلاح کا تذکرہ کیا ہے، وہ ذاتی و لغوی مفہوم کے طور پر نہیں ہے، بلکہ شرعی اور ایک خاص مفہوم کے طور پر ذکر کیا ہے، جس پر واضح الفاظ میں امام شافعی سے کوئی رد یا نقد منقول نہیں ہے۔[1]

یہی وجہ ہے کہ متاخرین شوافع میں سے کچھ حضرات نے استحسان و استصلاح کو فی الجملہ قبول کیا ہے۔ ذیل میں ان اہل علم میں سے چند ایک کی رائے ذکر کی جاتی ہے:

امام الحرمین الجوینیؒ

یہ مشہور شافعی عالم ہیں۔ انہوں نے اصول فقہ پر ایک بہترین کتاب "البرهان فی أصول الفقه" لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے کئی ایسی باتیں بیان کی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء شافعیہ بلکہ خود امام شافعی کے ہاں بھی استحسان واستصلاح کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک مقام پہ انہوں نے لکھا ہے:

"والمذهب الثالث هو المعروف من مذهب الشافعي التمسك بالمعنى وإن لم يستند إلى أصل على شرط قربه من معاني الأصول الثابتة".[2]

اس عبارت میں آپ نے متفق علیہ اصول اور دلیل کی عدم موجودگی میں "تمسک بالمعنی" کو امام شافعیؒ کا مسلک قرار دیا ہے، بشرطیکہ وہ شریعت کے ثابت شدہ اصولوں کے معانی و مفاہیم کے قریب ہوں۔

اس کے علاوہ انہوں نے یہ ضابطہ بھی لکھا ہے:

"ينوط الاحكام بالمعانی المرسلة"۔[3]

(احکام، معانی مرسلہ کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔)

اسی طرح ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"ثم الاستدلال المقبول هو المعنى المناسب الذي لا يخالف مقتضاه أصلا من أصول الشريعة"۔[4]

---

(1) الاستصلاح والمصالح المرسلة (فی الشريعة الاسلامية واصول فقهها)، ص۲٦۔

(2) الجويني ،امام الحرمين عبد الملك بن عبد الله بن يوسف بن محمد الجويني، **البرهان في أصول الفقه**، بيروت: دار الكتب العلمية ، طبع اولی۱٤۱۸ھ،۱۹۹۷ء)،۲/۱٦۲۔

(3) **البرهان في أصول الفقه**،۲/۱٦۳۔

(4) **البرهان في أصول الفقه**،۲/۲۰٦۔

ان تمام عبارات میں "تمسک بالمعنی"، "المعانی المرسلہ"، اور "المعنی المناسب" جیسی اصطلاحات کا مفہوم اور مطلب تقریبا وہی ہے جو حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں استحسان یا استصلاح کے نام سے موجود ہے۔

امام غزالیؒ

امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "المستصفیٰ" میں مصالح پر تفصیلی کلام کیا ہے۔ انہوں نے استحسان اور مصالح کو ادلہ موہومہ میں شمار کیا ہے، لیکن اس کے باوجود مصالح کے معتبر ہونے کے لیے کچھ شرائط بھی ذکر کی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام غزالیؒ کی رائے میں استحسان واستصلاح کو اس وقت ادلہ موہومہ میں سمجھا جائے گا، جب ان میں متعلقہ اور ضروری شرائط موجود نہ ہوں، اگر وہ شرائط موجود ہیں تو ایسی صورت میں مصالح کو حجت معتبرہ قرار دیا جائے گا۔[1]

حنابلہ کا موقف

فقہاء حنابلہ بھی فقہاء مالکیہ کی طرح مصلحت کا اعتبار کرتے ہیں اور احکام کی تقریر واستنباط میں مصلحت کو اصول قرار دے کر اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ چنانچہ فقہ حنبلی کے اجتہاد کے مطابق ایک فقیہ ایسا کر سکتا ہے کہ جس عمل میں کوئی ایسی مصلحت ہو جو شرعا مطلوب ہو، اس کو بنیاد پر بنا کر جواز کا حکم لاگو کرے، اور ہر وہ معاملہ یا امر جس کا ضرر، اس کے نفع و مصلحت سے زیادہ ہو، اس کے ممنوع ہونے کا حکم لاگو کرے، اگرچہ اس پر باقاعدہ کوئی واضح اور خاص نص یا دلیل نہ ہو۔[2]

علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے:

"فإذا ظهرت أمارات العدل وأسفر وجهه بأى طريق كان فثم شرع الله ودينه"۔[3]

اس عبارت میں اہم نکتہ یہ ہے کہ کسی بھی ذریعے سے عدل کی علامات ظاہر ہو جائیں اور عدل مکمل طور پر واضح ہو جائے تو وہی شریعت ہے۔ اس میں عدل کو مصلحت ہی کے مفہوم کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

فقہاء حنابلہ اگرچہ مصلحت کو حجت مانتے ہیں، لیکن اس کو فقہاء مالکیہ کی طرح ایک الگ اور مستقل ماخذ و مصدر نہیں مانتے، بلکہ فقہاء حنفیہ کی طرح مصالح کو قیاس کا تابع قرار دے کر اس کی ایک قسم مانتے ہیں۔ لہذا یوں کہا جا سکتا ہے کہ فقہاء حنابلہ کے ہاں قیاس کی دو صورتیں ہیں: (۱) قیاس خاص (۲) قیاس عام

---

[1] المستصفی، ص۱۷۶۔ الاستصلاح والمصالح المرسلة (فی الشریعة الاسلامیة واصول فقهها)، ص۶۸۔

[2] المستصفی، ص۱۷۶۔ الاستصلاح والمصالح المرسلة (فی الشریعة الاسلامیة واصول فقهها)، ص۷۴۔

[3] ابن قيم، محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين، **الطرق الحكمية**، (جدة:: مكتبة دار البيان)، ص۱۳۔

1-قیاس خاص

اس کا مطلب یہ ہے کہ دوایک جیسے مسائل میں غیر منصوصی مسئلہ کو منصوص پر قیاس کر کے، علت میں مشترک ہونے کی بنیاد پر دونوں پر یکساں حکم لاگو کیا جائے۔

2-قیاس عام

اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی علت عامہ کا استخراج کر کے اس کے تحت کئی ایک جیسے مسائل کو درج کیا جائے اور اس علت عامہ سے مراد "حکمت" یا "مصلحت" ہے۔[1]

مذاہب اربعہ کی آراء کے بعد مزید چند فقہاء ومذاہب کا موقف ذکر کیا جاتا ہے:

زیدیہ کا موقف

ان کی رائے تقریباً فقہاء حنفیہ کی رائے کے قریب ہے۔ جس طرح فقہ حنفی نے "استحسان" کی بنیاد ڈالی اور اس کی کئی اقسام ذکر کی ہیں، اسی طرح زیدیہ کے ہاں بھی استحسان کا تصور موجود ہے اور انہوں نے باقاعدہ استحسان کی چار اقسام بیان کی ہیں:

(۱)استحسان قیاسی (۲)استحسان ضرورة (۳)استحسان السنة (۴)استحسان اجماع

پہلی اور تیسری قسم (استحسان قیاسی اور استحسان السنہ) میں ان کی تفصیلات فقہاء حنفیہ کی آراء کے قریب قریب ہیں، تاہم دوسری اور آخری قسم (استحسان ضرور اور استحسان اجماع) میں تھوڑا بہت فرق ہے۔ اس سے ہٹ کر بنیادی تصور میں وہ حنفیہ کے قریب ہیں اور انہوں نے استحسان کے ذیل میں مصلحت اور استصلاح کو بھی معتبر مانا ہے۔ مفاسد کو مصالح پر مقدم رکھنے (درء المفاسد أولی من جلب المصالح) میں بھی ان کی رائے حنفیہ کی طرح ہے اور مصلحت مرسلہ ان کے ہاں کوئی مستقل ماخذ نہیں ہے، بلکہ قیاس ہی کا تابع ہے۔ ان کی رائے میں مصالح مرسلہ پر اس وقت عمل کیا جائے گا، جب دو بنیادی شرائط پائی جائیں:

۱۔ مصلحت، شریعت کے عام مقاصد کے موافق ہو، ان کے خلاف نہ ہو۔

۲۔ مصلحت ملغاۃ نہ ہو، جس کے غیر معتبر ہونے پر باقاعدہ شرعی دلیل موجود ہوتی ہے۔[2]

شیعہ امامیہ کا موقف

شیعہ کے فرقہ امامیہ کے ہاں نہ قیاس معتبر ہے اور نہ مصالح مرسلہ۔ وہ ان دونوں مآخذ کو رد کرتے ہیں اور اس کی بنیادی وجہ اس فرقہ کا "عقیدہ امامیہ" ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کے اماموں کی توضیح، تفسیر، اجتہادات اور اقوال باقاعدہ شریعت کا

---

[1] الاستصلاح والمصالح المرسلة (فی الشریعة الاسلامیة واصول فقهها)، ص۴۷۔

[2] الاستصلاح والمصالح المرسلة (فی الشریعة الاسلامیة واصول فقهها)، ص۷۹-۷۸

درجہ رکھتے ہیں اور قرآن وسنت کی نصوص کے برابر ہیں، کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق ان کے امام غلطیوں اور خطاؤں سے معصوم و محفوظ ہوتے ہیں۔ لہذا امام کا وجود ہی کافی ہے اور امام کی موجودگی میں کسی بھی قیاس یا مصلحت کی بنیاد پر کوئی شرعی حکم لاگو نہیں ہو سکتا۔[1]

شیخ ابوزہرہ نے اپنی کتاب "الامام الصادق" میں لکھا ہے کہ امامیہ کے ہاں بھی مصالح معتبر ہیں، لیکن وہ ان کو "دلیل عقلی" میں شمار کرتے ہیں اور چونکہ ان کے ہاں نص کی عدم موجودگی میں عقل ہی حاکم ہوتی ہے، اس لیے جس مصلحت کو بھی عقل تسلیم کرے، وہ مصلحت اس کے بعد مرسلہ نہیں رہتی، کیونکہ اس کے معتبر ہونے پر عقلی دلیل موجود ہے، البتہ جس مصلحت کی تحسین و مصلحت ہونا عقل سے ثابت نہ ہو وہ معتبر نہیں ہے۔[2]

ظاہریہ کا موقف

ظاہریہ کی رائے بھی مصالح کے ماخذ ہونے یا معتبر ہونے کے حوالے سے نفی میں ہے، یہ حضرات بھی مصالح کی حجیت کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے ہاں قیاس یا مصالح کی عدم حجیت کی وجہ وہ نہیں ہے جو امامیہ کے ہاں ہے، کیونکہ امامیہ کے ہاں مصالح کے انکار کی بنیادی وجہ عقید امامیہ ہے، جبکہ ظاہریہ اس عقیدہ کے ماننے والے نہیں ہیں۔ ظاہریہ کے ہاں مصالح کی عدم حجیت کی وجہ "حرفية في النصوص" ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ہاں نصوص کے ظاہری مفہوم پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ان کے ہاں یہ منہج درست نہیں ہے کہ نصوص کی گہرائی میں اتر کر علت کا استخراج کیا جائے اور پھر اس علت کی بنیاد پر نئے غیر منصوص مسائل کا استنباط کیا جائے یا مصالح کی بنیاد پر کوئی حکم لاگو کیا جائے۔ اسی لیے ان کے ہاں قیاس، استحسان اور مصالح کی حجیت کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔[3]

شیخ ابوزہرہ قیاس کا انکار کرنے والے دو گروہوں کے بارے فرماتے ہیں:

جو قیاس کا انکار کرتے ہیں، وہ دو فریق ہیں: پہلا گروہ "ظاہریہ" ہے جو رائے کے ذریعے اجتہاد کو منع کرتے ہیں اور استصحاب کی توسع میں افراط سے کام لیتے ہیں۔ دوسرا فریق وہ ہے جن کا کہنا ہے کہ نص کی غیر موجودگی میں عقل مجرد سے اجتہاد ہوگا، لہذا جس چیز کو عقل اچھا سمجھے وہ مطلوب ہے اور جس چیز کو عقل قبیح و برا سمجھے وہ شرعا ممنوع ہے، یہ امامیہ ہیں۔[4]

---

(1) الاستصلاح والمصالح المرسلة (فى الشريعة الاسلامية واصول فقهها)، ص۸۴،۸۳۔

(2) أبو زهرة، ،محمد، الإمام الصادق، (قاهرة: مطبعة احمد على مخيمر)، الفقرة(۴۱۶)، ص۵۲۹۔

(3) الاستصلاح والمصالح المرسلة (فى الشريعة الاسلامية واصول فقهها)، ص۸۶-۸۷۔

(4) الإمام الصادق ، الفقرة:(۴۰۸)، ص۵۱۹۔

نتائج:

۱-شرعی مصادر دو قسم کے ہیں۔(۱)مصادر اصلیہ (۲)مصادر تبعیہ

۲-مصالح مرسلہ کا شمار شرعی مصادر کی دوسری قسم "مصادر تبعیہ "میں ہوتا ہے۔

۳-مصالح مرسلہ ایک فقہی اصطلاح ہے جو کہ "مصلحت "اور "مرسلہ "کے مجموعے پر مشتمل ہے۔ مصلحت سے مراد نفع یا بھلائی کو حاصل کرنا اور ضرر کو دور کرنا ہے۔اور مرسلہ کا معنی ہے" بھیجنا" یا"آزاد چھوڑنا"۔

۴-مصلحت مرسلہ سے مراد ہر وہ مصلحت ہے جو مقاصد شریعت میں داخل ہو اور شریعت کی کوئی بھی نص بعینہ اس مصلحت کے معتبر ہونے یا اس کی نوع کے معتبر ہونے یا اس کے غیر معتبر ہونے پر وارد نہ ہوئی ہو۔

۵-مذکورہ اصطلاح (مصالح مرسلہ) کا مقصد شریعت کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں، کسی نئی ضرورت یا مسئلہ کا حل تلاش کرنا ہے جیسے کہ ٹریفک قوانین یا حفظان صحت کے اصول، جو کہ براہ راست قرآن یا حدیث میں نہیں آئے لیکن ان کا مقصد عوام کی فلاح و بہبود ہوتا ہے۔

۶-اصولیین نے دلائل شرعیۃ کی روشنی میں مصالح شرعیۃ کی تین اقسام بیان کی ہیں۔(۱)ضروریات (۲)حاجیات (۳)تحسینیات

۷-اعتبار مصالح کا مطلب مجتہد یا حاکم کا مختلف احکامات میں مصالح مرسلہ کا اعتبار کرنا اور اس کی بنیاد پر شرعی احکام میں تغیر و تبدل کرنا یا کسی نئے حادثہ یا واقعہ میں مصالح کی بنیاد پر کوئی شرعی فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔جس کی وجوہات درج ذیل ہیں۔(۱) جلب مصالح (۲)درء المفاسد (۳)سد الذرائع (۴)تغیر زمان

۸-فقہاء حنفیہ اور مالکیہ دونوں نے مصلحت کا اعتبار کیا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ حنفیہ نے مصلحت کو استحسان کا تابع بنا کر اس کے ضمن میں مصلحت کا ذکر کیا ہے اور مالکیہ نے مصلحت کو اصل اور ماخذ قرار دے کر استحسان کو اس کے ضمن میں تعاذ کر کیا ہے۔

۹-امام شافعیؒ نے استحسان اور استصلاح پر سخت نقد کیا ہے۔

۱۰-فقہاء حنابلہ فقہاء مالکیہ کی طرح مصلحت کا اعتبار کرتے ہیں اور احکام کی تقریر و استنباط میں مصلحت کو اصول قرار دے کر اس پر اعتماد کرتے ہیں۔

۱۱-زیدیہ کی رائے تقریباً فقہاء حنفیہ کی رائے کے قریب ہے۔

۱۲-شیعہ کے فرقہ امامیہ کے ہاں نہ قیاس معتبر ہے اور نہ مصالح مرسلہ۔وہ ان دونوں مآخذ کو رد کرتے ہیں۔

۱۳-ظاہریہ کی رائے بھی مصالح کے ماخذ ہونے یا معتبر ہونے کے حوالے سے نفی میں ہے۔

سفارشات:

مصالح مرسلہ کی بحث کے دوران بندہ نے درجہ ذیل اہم سفارشات اخذ کی ہیں:

۱-معاصر مسائل میں مصالح مرسلہ کے اطلاق کے لیے واضح رہنما اصولوں کا تعین کیا جائے۔

۲-مصالح مرسلہ سے اخذ کردہ اصولوں کی روشنی میں جدید مسائل کو حل کیا جائے۔

۳-ملکی قانون سازی کے عمل میں مصالح مرسلہ کو شامل کیا جائے تاکہ قوانین وقت کے تقاضوں کے مطابق ہوں۔

۴-جدید دنیا کے مسائل جیسے کہ بائیو ٹیکنالوجی، ماحولیاتی چیلنجز، اور سماجی انصاف کے مسائل کے حل کے لیے مصالح مرسلہ کے اصول کو بروئے کار لایا جائے۔

۵-علماء اور مفتیان کرام کے درمیان مصالح مرسلہ کے حوالے سے مکالمہ اور مباحثہ کا اہتمام کیا جائے۔

الغرض مصالح مرسلہ کا اسلامی فقہ میں ایک انمول کردار ہے۔ یہ نہ صرف اسلامی قوانین کو عصر حاضر کے مسائل کے مطابق ڈھالنے میں مددگار ہے بلکہ اس سے اسلامی شریعت کی ہمہ گیریت اور جامعیت بھی واضح ہوتی ہے۔ اس اصول کی صحیح تفہیم اور اطلاق سے اسلامی معاشرت میں ترقی اور استحکام کی راہیں کھلتی ہیں۔